ڈاکٹر اسعد زمان*
ترجمہ: مفتی یاسر زیرک

انسانیت کا مدار: طبیعاتی علوم یا اسلامی علوم

ڈاکٹر اسعد زمان صاحب پاکستان انسٹیٹیوٹ آف ڈیولپمنٹ اکنامکس اسلام آباد کے وائس چانسلر ہیں۔آپ 1978 میں سٹینفورڈ یونیورسٹی امریکہ سیا کنامکس میں پی ایچ ڈی کر چکے ہیں۔موصوف کا شمار اس وقت پاکستان کے ممتاز ماہرین معاشیات میں سے ہوتا ہے۔معاشیات بالخصوص اسلامی معاشیات میں آپکے کارہائے نمایاں امت مسلمہ کے لیے گراں قدر سرمایہ ہے۔زیر نظر مضمون دراصل انگریزی زبان میں An Islamic Approach to Knowledge کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔راقم نے اردو زبان میں اس کا ترجمہ کیا اور پھر ڈاکٹر صاحب کی مشاورت سے ،اردو قارئین کے پیش نظر اس مضمون کے اندر کچھ تبدیلیاں کی، امید ہے قارئین کے لیے مفید ہوگا۔(مفتی یاسر احمد زیرک)

علم کی دو قسمیں ہیں: طبیعاتی علوم اور بشریاتی علوم۔طبیعاتی علوم سے مراد ظاہری علم ہے جیسے ہمارے اردگرد کا علم ، مادے کا علم۔بشریاتی علوم سے مراد انسانی جسم کے اندر کا علم ہے جیسے انسانی نفسیات، دل اور روح کا علم۔طبیعاتی علوم کا انحصار ظاہری علم پر ہے جب کہ معاشرتی علوم کا انحصار انسان کی اندرونی دنیا یعنی باطن کے علم پر ہے۔کیمسٹری، بیالوجی اور فزکس پڑھنے سے کسی کو انسانی دل کی بصیرت حاصل نہیں ہوتی۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ انسان کے جسم میں فہم کے اعتبار سے تین اہم مخفی اور پوشیدہ چیزیں ہیں: (۱) دل (۲) عقل (۳) اور نفس

دل، جذبات، احساسات اور مختلف احوال و کیفیات (غصہ، بہادری، محبت، نفرت، خوف، بزدلی، عاجزی، انقباض وانبساط وغیرہ) کا مرکز ہے۔یہ احوال و کیفیات کبھی صحیح ہوتی ہیں، کبھی غلط۔عقل بدیہی اور نظری علوم کا مرکز اور خزانہ ہے، اس میں کبھی صحیح علوم جمع ہوجاتے ہیں، کبھی غلط۔نفس اچھی اور بری خواہشات کا مرکز ہے، کبھی جائز خواہشات کا تقاضا کرتا ہے اور کبھی بری خواہشات کا۔(مفتی ذاکر حسن نعمانی، رہنمائے تعلیم، ص10)

* وائس چانسلر پاکستان انسٹیٹیوٹ آف ڈیولپمنٹ اکنامکس اسلام آباد

ہم طبیعاتی علوم میں چونکہ مغربی کارہائے نمایاں سے کافی متاثر ہو چکے ہیں، اس وجہ سے ہمیں یہ ادراک کرنا کافی مشکل ہے کہ معاشرتی علوم وضع کرنے میں ان سے سنگین قسم کی بنیادی غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اہل مغرب کو طبیعاتی علوم میں کمال حاصل ہے، لیکن اس کے برعکس ہمارا دعوی ہے کہ انسانی وجود اور جسم کے اندرون دنیا کے علم سے وہ جاہل ہیں، کیونکہ طبیعاتی علوم صرف مادیات کے گرد گھومتے ہیں، دل اور نفس کی دنیا کے ساتھ اس کا کوئی سروکار نہیں۔ چنانچہ ہم سمجھتے ہیں کہ ان کے علم معاشیات کا انحصار ایک غلط نظریئے پر ہے کہ بنی نوع انسان "ہوموا کنامیکس Homo) Economicus)" کی طرح ہے۔ مغربی وقار اور رعب ودبدبہ مسلمانوں کو اس حد تک لے گیا کہ یہ انسانی طرز عمل اور فلاح و بہبود سے متعلق ان کے مضحکہ خیز نظریات بھی تسلیم کرنے لگا۔ معاشیات ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہماری زندگی کا ایک بنیادی مقصد "صرف وخرچ" ہے اور اس کی کثرت ہی کی وجہ سے ہم خوشیاں حاصل کر سکتے ہیں۔ مزید براں ہمیں یہ بھی سکھاتا ہے کہ یہ بات معقول ہے کہ ہماری خوشیوں اور بہبود کا انحصار صرف اور صرف اس بات پر ہے کہ ہم کتنا صرف وخرچ کرتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مغرب نے بہت سارے مفروضات تخلیق کیے اور پوری دنیا میں ان کو پھیلایا اور دنیا نے ان مفروضات کو حقیقت جان کر قبولیت بخشی۔

مغرب کے سنگین قسم کے غلط مفروضات

جدید معاشرتی اور معاشی علوم کچھ غلط مفروضات پر مبنی ہیں۔ مختصراً اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) معاشرے کی فلاح و بہبود اور ترقی صرف ظاہری علوم سے ممکن ہے، باطنی علم کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ کیمسٹری اور فزکس ہمیں یہ نہیں سکھاتی کہ ایک اچھا انسان کیسے بن جائیں؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت پر محنت کی، چنانچہ اس محنت کے نتیجے میں عالم عرب کے اندر ایک اچھی انقلابی تہذیب پروان چڑھی۔

(۲) معاشیات نفس پرستی کے نظریئے کو نہ صرف قبول کرتا ہے بلکہ اس کو مستحسن سمجھتا ہے، چنانچہ ہر آدمی کا منتہائے نظر خوشیوں کا بڑھانا ہے جو کہ ان کے نزدیک صرف وخرچ کی افادیت کے بل بوتے پر ممکن ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے نفس پرستی اور خودغرضی مذموم ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ خوشی دراصل سماجی تعلقات استوار کرنے سے آتی ہے۔

(۳) ہر شخص دنیوی امور میں اپنی انفرادی خوشی کے لیے جو بھی چاہے کر سکتا ہے، چنانچہ اس کے لیے

"انفرادیت " کا سہارا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔مغرب کے ہاں چونکہ انفرادی خوشیاں حاصل کرنا انسان کا مقصد حیات ہے، اس مقصد کی خاطر سب چیزیں قربان ہوسکتی ہیں، اس لیے ان پر کسی قسم کی کوئی قانونی، سماجی اور اخلاقی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔تاہم اس مقصد کے حصول کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ "سماجی تعلقات " ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سماجی تعلقات محبت، تعاون اور ہمدردی کی پیدائش کا ایک ذریعہ ہے جو کہ بحیثیت انسان ہم سب کی ضرورت ہے اور اس کو انفرادیت پر تقدم حاصل ہے۔ اگر ہر شخص اپنے انفرادی معاملات کو اجتماعی معاملات پر ترجیح دینا شروع کرے اور اپنی انفرادی خواہش اور تلذذ کی خاطر کسی بھی اقدام سے گریز نہ کرے تو معاشرتی زوال شروع ہو جائے گا اور خاندانی نظام درہم برہم ہو جائے گا جس کا مشاہدہ آج ہم مغرب کے اندر کر رہے ہیں۔

(۴) ماہرین معاشیات کے ہاں پیسہ کمانے کو اولین ترجیح حاصل ہے۔ان کے ہاں فلاح و بہبود مادی اشیا سے حاصل ہوتی ہے، جب کہ مشاہدہ ہے کہ دنیوی خوشی اور فلاح و بہبود محض "صرف وخرچ" پر منحصر نہیں ہے۔ اگر آپ خاندان، دوست، احباب اور سماجی تعلقات سے محروم ہیں تو بہتر زندگی گزارنے کے لیے مادی اشیا وسہولیات آپ کو کوئی خوشی نہیں دے سکتیں۔

(۵) اہل مغرب انسان کو پیداواری عمل کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔ان کے ہاں انسان کی قیمت اتنی ہے جتنا کہ وہ پیسہ کماتا ہے۔اگر وہ کوئی کام کرتا ہے تو اس سے وہ جتنا کمائے گا اور جس قدر اس کام کی قدر و قیمت میں اضافے کا باعث بنے گا، اتنی ہی اس کی قیمت ہوگی، جب کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے انسان بیش قیمت ہے اور تمام مخلوقات پر اس کو فوقیت اور فضیلت حاصل ہے۔

(۶) اہل مغرب کے سماجی علوم میں مادی منافع کے حصول کی خاطر جنگ وجدال، خونریزی اور قتل عام کا جواز ملتا ہے۔ یہ ان کے ہاں ایک جائز کاروباری حکمت عملی ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ انسانی زندگی ایک بہت ہی قیمتی اثاثہ ہے، جس کی قیمت ساری دنیا ادا نہیں کر سکتی۔ اشرف المخلوقات ہونے کے ناتے انسان متبوع ہے اور باقی دنیا اس کی تابع ہے۔محض کاروباری منافع کی خاطر کسی بھی انسان کو اذیت دینا قطعاً جائز نہیں ہے۔

(۷) زندگی کا مقصد پیسہ کمانا ہے، اس کے علاوہ ہر چیز اس مقصد کے ماتحت ہے، جب کہ ہم سمجھتے ہیں

کہ بنی نوع انسان کی تخلیق کچھ حیران کن اور انوکھے استعداد اور صلاحیتوں کے ساتھ ہو چکی ہے۔ ان صلاحیتوں کو اچھی طرح بروئے کار لانا زندگی کا مقصد ہے۔

(۸) معاشیات کی سائنس اور ریاضی کے اصولوں کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کے لیے یہ تصور دیا گیا کہ انسان روبوٹ کی طرح ہے اور اس کے طرزِ عمل کی جانچ پڑتال ریاضی کے فارمولوں کے ذریعے ممکن ہے، جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ انسان اپنی آزاد مرضی اور انتخاب کا مالک ہیں، تبدیلی کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ان کے طرزِ عمل اور رویوں کی پیمائش ممکن نہیں۔

مغربی سماجی علوم کی ناکامی

مغرب کے سائنسی علوم کی ترقی سے دنیا مرعوب ہو چکی ہے۔ ان کے نت نئے ایجادات کی وجہ سے پوری دنیا حیرت میں مبتلا ہے۔ اس مرعوبیت کی وجہ سے ہم نے ان کے سماجی علوم کو ان کے سائنسی علوم پر قیاس کرتے ہوئے من وعن قبول کیا، کیونکہ ہم سمجھ رہے ہیں کہ جس طرح ان کے سائنسی علوم سے دنیا فائدہ حاصل کر رہی ہے، اس طرح ان کے سماجی علوم بھی بہرہ ور ہوں گے، جب کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ جدید مغربی سماجی علوم کی ناکامی کا اندازہ دنیا میں مسلسل جنگ وجدال، عدم مساوات کے بڑھتے ہوئے رجحانات اور ماحولیاتی تباہی سے لگایا جا سکتا ہے جو کہ روئے زمین کے لیے ایک سنگین خطرہ ہے۔ مادی منافع کی خاطر بچوں کے قتل عام کی اجازت کوئی بھی باضمیر انسان نہیں دے سکتا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سرمایہ دارانہ ذہنیت کی کمپنیاں اس گھناؤنے عمل سے ہچکچاتی تک نہیں۔ مختلف کمپنیاں منافع ہی کی خاطر بچوں کے لیے دودھ کے پاؤڈر بیچتی ہیں جبکہ وہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ بچوں کی ایک بڑی تعداد کی موت اس کی وجہ سے واقع ہو جاتی ہے۔ امریکہ میں اسلحہ کی فروخت کو محدود کرنے کے لیے تمام کوششوں کو روک دیا گیا ہے، اگرچہ روزانہ کے اعتبار سے معصوم افراد کو مارنے کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ میڈلین البرائٹ نے ٹی وی سکرین پر ببانگ دہل اعتراف کیا کہ عراق میں سیاسی مقاصد کی خاطر پانچ لاکھ بچوں کا قتل عام جائز تھا۔

آج جو معاشی نظریات پڑھائے جاتے ہیں اس کے مطابق "منافع" ہی سب سے اصل کاروبار ہے، سماجی رویوں کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ "پیسہ خوشیوں کی بنیاد ہے" ایک نہایت ہی سنگین قسم کا مغالطہ ہے جس کی وجہ سے لوگ اپنے پرائے بھول چکے ہیں۔ اس وجہ سے لوگ پیسہ کمانے کے درپے ہیں، کامیاب پیشہ تلاش کرتے ہیں، معیار زندگی اچھا بنانے اور صرف وخرچ بڑھانے کی کوشش

کرتے ہیں، تاہم دولت میں اس اضافے کے لیے ''خاندان، دوست، احباب اور سماجی تعلقات کو نظر انداز کرنے'' کی قیمت بھی ادا کرنی پڑتی ہے، یوں خاندانی نظام توڑ پھوڑ کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایک ایسا مغربی معاشرہ جہاں پچاس فی صد بچے بغیر باپ کے پلتے بڑھتے ہیں، کیسے وہ محبت، امداد باہمی اور قربانی وایثار سیکھ سکتے ہیں؟ اور کیسے یہ بچے خوشیاں حاصل کر سکتے ہیں؟

سماجی علوم میں مغربی بے راہ روی کے نتائج

(۱) روحانیت کا خاتمہ

(۲) انسانی ترقی کے علم کا فقدان

(۳) سماجی زوال

مغرب تباہی کی طرف

چونکہ مغرب بہت ساری چیزوں میں کافی ترقی کر چکا ہے، اس لیے یہ بات لوگوں کو کافی حیران کن معلوم ہوتی ہے کہ مغربی سماجی علوم کے اندر اتنی بڑی بڑی خامیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ چونکہ رائج تاریخ مغرب زدہ ہے جس میں یورپ کو مرکز کے طور پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس وجہ سے اس بات کی تفصیلی وضاحت درکار ہے۔

دراصل یورپ کا تاریک ترین دور وہ ہے جس کا خاتمہ اسلامی ملک ہسپانیہ کے فتح کرنے پر ہوا۔ پر تعیش زندگی کی طرف مسلمانوں کا بڑھتا ہوا رجحان ان کے بلند ترین تہذیب کے زوال کا باعث بنا۔ مغرب نے اندلس کے کتب خانوں تک رسائی حاصل کی اور وہاں علوم وفنون سے بھر پور لاکھوں کتابوں سے تقریباً دو صدیوں تک استفادہ کرتا رہا۔ یوں مغرب میں روشنی پھیلنی شروع ہو گئی۔ تاریخی فلسفے جو کیتھولک چرچ نے یونان اور روم سے اخذ کیے تھے، وہ نئے علم کی آمد سے مرجھا گئے، چنانچہ اس کی تعبیر ''سائنس اور مذہب کے تصادم'' سے ہونے لگی، جس کے مطابق سائنس نے یورپ میں کیتھولک مذہب کو شکست دی۔ سائنس کی اس فتح سے یورپ کے کچھ نظریات مغالطوں کے شکار ہو گئے جو کہ آج بھی ان کے سماجی علوم کی جڑوں میں رچی ہوئی ہیں۔ ان مغالطوں میں سے تین بڑے مغالطے درج ذیل ہیں:

(۱) مغرب اس نتیجے پر پہنچا کہ عیسائی مذہب توہمات ہی پر مبنی ہیں، جس کے لیے غیر مرئی چیزوں پر ایمان لانے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے لاجیکل پازیٹوزم (Logical Positivism) کا فلسفہ متعارف کیا جس کی رو سے غیر مرئی چیزوں کے علم کی تردید ہوتی ہے جب کہ صرف ظاہری طور

پر مشاہدہ میں آنے والی چیزوں کے علم کو قبول کیا جاتا ہے۔

(۲) مغرب نے انسان اور سماج کا علم حاصل کرنے کے لیے سائنسی طور طریقوں کو لاگو کرنے کا فیصلہ کیا، جو کسی بھی طرح درست نہیں۔ سائنس مادے کے تجزیے کے لیے تو بہترین ہے لیکن انسان پر اس کے فارمولے لاگو کرنا درست نہیں ہے کیونکہ انسان کسی طبیعاتی قانون کے تحت نہیں چلتا۔

(۳) ان کے خیال میں چونکہ علم کا ایک ہی ذریعہ ہے جو کہ انسانی عقل ہے، گویا کہ انہوں نے وحی جیسے انسانیت ساز مقدس روحانی علم سے انکار کر دیا۔ اس بنیادی مغالطے کی وجہ سے انسانی فطرت اور انسانی سماج سے متعلق ان کے نظریات مکمل طور پر غلط ثابت ہو رہے ہیں۔

ان بڑی بڑی غلطیوں کی وجہ سے مغرب کبھی بھی اس قابل نہیں بنا کہ سماجی علوم کے اندر اچھے نظریات شامل کر سکے، جس کے نتیجے میں ہم معاصر معاشی نظریات کو انسان سے متعلق غلط مفروضات پر مبنی پاتے ہیں، جو کہ یکسر مسترد ہو سکتے ہیں۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ آج کا مسلمان اپنے ورثے سے متعلق اپنا اعتماد کھو چکا ہے اور مغرب کی طرف سے کوئی بھی غلط اور گمراہ کن نظریہ قبول کرنے میں معمولی تامل بھی نہیں کرتا۔

مستقبل کے لیے راہ عمل

بعض مسلمان جہل اور غلط فہمی میں مبتلا ہیں، اسلام کو اپنی عقل اور ناقص علم کے مطابق سمجھنا چاہتے ہیں، جبکہ درحقیقت وہ اسلام کو سمجھتے نہیں۔ اللہ تعالی نے ہمیں وحی کی صورت میں بہت قیمتی علم عطا کیا ہے جس کی بدولت چودہ سو سال پہلے اہل عرب کی قسمت تبدیل ہوگئی اور یوں انہوں نے دنیا کا زمام اقتدار سنبھالا۔ آج بھی اس علم کے اندر وہی طاقت ہے لیکن مسلمان اسے نظر انداز کر رہے ہیں۔ ایک سماجی علم کی حیثیت سے ''معاشیات'' (Economics) کی بنیادیں ٹھیک کرنے کے لیے انسانی فطرت کی گہری سمجھ کی ضرورت ہے۔ اسلام ہمیں وہ علم دیتا ہے جس کی بدولت انسان پستی سے بلندیوں کی طرف جا کر اشرف المخلوقات بن جاتا ہے۔ آج دنیا میں مغربی سماجی علوم کے بت ہمارے سامنے ہیں، ان بتوں کو یکسر توڑنے کی ضرورت ہے، اس کے اوپر محض اسلامی کشیدہ کاری کرنے سے فائدہ کی بجائے نقصان ہوگا۔ ہمیں چاہیے کہ اسلامی علوم کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے سماجی علوم کو از سر نو وضع کریں اور اسلامی علوم کے تناظر میں دنیا کو وہ راستہ دکھائیں جس کے ذریعے تاریکی میں ڈوبی ہوئی انسانیت کو روشنی نصیب ہوئی۔